بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين

أَمَّا بَعْدُ،

27-شرح العقیدۃ الواسطیۃ

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقوله: ﴿الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾"(التحریم:3)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں﴿الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾ شرح میں "﴿الْعَلِيمُ﴾ : "سبق الكلام فيه"علیم کے تعلق سے پہلے بات ہوچکی ہے،﴿الْخَبِيرُ﴾ کا معنی ہے"هو العليم ببواطن الأمور فيكون هذا وصفاً أخص بعد وصف أعم"،العلیم الخبیر جب ایک ساتھ بیان ہوتے ہیں دونوں کا معنی ملتا جلتا ہے اور دونوں میں علم کا معنی پایا جاتا ہے علیم کے اندر جو معنی ہے وہ عام ہے اور خبیر کے اندر جو ہے معنی میں تخصیص ہے"العليم ببواطن الأمور" باطن اُمور کا علم رکھنا، باریک بینی کا علم رکھنا، خوب باخبر رہنا یہ معنی ہوتے ہیں۔

جب ایک ساتھ بیان ہوتے ہیں تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ وصف ہے عموم کے ساتھ تخصیص کا یا عموم کے بعد تخصیص کا وصف ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)"العليم بظواهر الأمور، والخبير ببواطن الأمور"،جب ایک ساتھ بیان ہوتے ہیں تو علیم کا معنی یہ ہے کہ "العليم بظواهر الأمور" جو ظواہر اُمور ہیں،اور خبیر میں جو باطن اُمور ہیں وہ معنی پایا جاتا ہے تو اس میں باطن اُمور کا علم جو ہے دو مرتبہ بیان ہوا یا اُس کا دو مرتبہ ذکر ہوا ہے ایک مرتبہ ایک طریقے سے عموم کے صیغے میں اور دوسرا جو ہے خصوص کے صیغے میں تاکہ کوئی شخص یہ نہ گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جو ہے وہ صرف خاص ظواہر اُمور سے ہے تعلق رکھتا ہے یا اُس حد تک ہے۔

پھر مزید اس صفت العلم کی تفصیل کا بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں" قوله تعالى: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾" إلى آخر الآية (سبأ:2)۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الانعام میں ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (الانعام:59)۔

"وقوله" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۃ فاطر میں ﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ﴾ إلى آخر الآية (فاطر:11)۔

"وقوله: ﴿لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق:12)۔

فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں" هذه الآيات في تفصيل صفة العلم"، یہ جو آیات کریمہ ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی تفصیل کا بیان ہے:

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ سبا آیت نمبر 2 میں ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾ إلى آخر الآية: شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تفصیل ہے اللہ تعالیٰ کے عموم علم کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ﴾، ﴿مَا﴾ اسم موصول ہے اور اسم موصول جو ہے وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے "يفيد العموم" یعنی: "كل ما يلج في الأرض" ہر وہ چیز جو زمین میں داخل ہوتی ہے (یلج کہتے ہیں داخل ہونے کو یلج یعنی داخل ہوتی ہے زمین میں) جیسا کہ بارش کا پانی اور بیج جو زمین میں بویا جاتا ہے اور مرنے کے بعد انسان جو مردے ہیں وہ بھی زمین میں دفن ہوتے ہیں، اور کیڑے جو ہیں، اسی طریقے سے چیونٹیاں وغیرہ جو زمین کے اندر رہتی ہیں یہ تمام چیزیں اور ان جیسی ہر وہ چیز جو زمین کے اندر رہتی ہے "یلج" میں سب داخل ہیں۔

﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ جو چیز زمین سے باہر نکلتی ہے اُگتی ہے جیسا کہ پانی ہے زمین سے نکلتا ہے، پودے ہیں درخت ہیں اور ہر وہ چیز زمین سے جو نکلتی ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ہر وہ چیز جو آسمان سے نازل ہوتی ہے آسمان سے اترتی ہے جیسا کہ بارش، وحی، فرشتے، اور اللہ تعالیٰ کا حکم جو ہے اِن سب کا نزول ہوتا ہے اوپر سے نیچے کی طرف۔

﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ اور ہر وہ چیز جو آسمان کی طرف اوپر جاتی ہے (عروج کہتے ہیں نیچے سے اوپر کی طرف جانے کو) جیسا کہ صالح اعمال (یعنی انسان کے اعمال جو ہیں عمومی طور پر)، فرشتے، روحیں، اور دعا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾، اور سورۃ المعارج کی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ (المعارج:4)، تو سورۃ المعارج میں ﴿اِلَيْهِ﴾ ہے اور سورۃ سبأ کی آیت نمبر 2 میں ﴿يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ "في" کا حرف ہے یعنی عروج کے فعل کے ساتھ "في" کا حرف ہے سورۃ سبأ میں، اور سورۃ المعارج میں ﴿تَعْرُجُ﴾ عروج کے فعل کے ساتھ جو ہے وہ "إلى" کے حرف سے اسے جوڑا گیا ہے، اور اصل "إلى" ہونا چاہیے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) لیکن اس آیت میں سورۃ سبأ کی آیت میں یعنی "في" کا حرف کیوں ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ﴿يَعْرُجُ فِيْهَا﴾؟

اس کا جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اختلاف ہے اہل بصرۃ اور اہل کوفہ کے نحاۃ میں (نحاۃ کہتے ہیں جو علم نحو کے ماہر ہیں انہیں نحاۃ کہتے ہیں)، تو بصرہ کے جو نحاۃ ہیں انہوں نے کہا ہے کہ جو فعل ہے فعل کے معنی کے ساتھ حرف کو مناسب ہونا چاہیے، اور کوفہ والوں نے اس کے برعکس کہا کہ حرف کے معنی کے ساتھ فعل کو مناسب ہونا چاہیے۔

تو پہلے قول کے مطابق شیخ صاحب فرماتے ہیں ﴿يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ سے مراد یہ ہے کیونکہ ہم نے فعل کو دیکھنا ہے کہ حرف کے ساتھ اسے جوڑنا ہے تو اس سے مراد یہ ہوگا یعنی اس کے ﴿يَعْرُجُ﴾ میں جو معنی ہے فعل کا "يدخل" کہ اس میں داخل ہوتا ہے یہ معنی ہوگا۔ یعنی "وما يعرج فيدخل فيها" یہ اصل معنی ہے: ﴿يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ یعنی ﴿يَعْرُجُ﴾ (بلند ہوتے ہیں اور آسمان میں داخل ہوتے ہیں)، تو دخول کا معنی بھی اس میں پایا جاتا ہے۔

تو اس اعتبار سے اس آیت کریمہ میں ﴿يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ دو چیزوں کی طرف دلالت کرتی ہے عروج اور دخول دونوں فعل ہیں (عروج کا فعل ہے اور دخول کا)۔

اور جو دوسری رائے ہے جو اہل بصرہ کی رائے ہے اس کے مطابق جو ہے "فِي" کا معنی "إلى" کا ہے اور جیسا کہ ایک قاعدہ بھی ہے عربی گرامر کا کہ جو حروف جَر ہیں وہ ایک دوسرے کی جگہ لے لیتے ہیں تناوب کر دیتے ہیں اس اعتبار سے، لیکن اس میں جو ایک نیا معنی ہے وہ موجود نہیں ہے کہ صرف "إلى" کی جگہ "في" ہے جو "إلى" ہونا چاہیے تھا اور جو دخول کا معنی ہے فعل کا وہ اس میں شامل نہیں ہے۔

تو اس اعتبار سے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، یہ جو پہلا قول ہے یہ زیادہ صحیح ہے یعنی اہل بصرہ کا جو ہے کہ فعل جو ہے اسے حرف کی مناسبت کے ساتھ ہونا چاہیے، اور عربی لغت میں اس کی نظیر موجود ہے اس کی کئی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ (الانسان:6)۔ اور عین عام طور پر جو ہے چشمہ ہوتا ہے پانی کا، "يشرب منها والذي يشرب به الإناء" برتن سے جب پیتے ہیں تو "يشرب به" حرف الباء استعمال ہوتا ہے کہ برتن سے ہم پیتے ہیں اور عام پانی کا جو چشمہ ہوتا ہے یہ تو نہیں کہ چشمہ اٹھا کر ہم وہ منہ پر رکھ کر پیتے ہیں! تو ﴿يَّشْرَبُ بِهَا﴾ میں اصل میں "يشرب منها" (اسی میں سے پیتا ہے) تو حرف جَر تناوب ہوتے ہیں۔

تو اہل کوفہ کی رائے کے مطابق "﴿يَّشْرَبُ بِهَا﴾ الباء بمعنى (من)، أي: منها"، اور اہل بصرہ اگر ہم اُن کے قول کو لیتے ہیں کہ فعل کے معنی کو حرف سے جوڑنا چاہیے ﴿يَّشْرَبُ﴾ بمعنی جو ہے "يُروى" کہ اُس پانی سے جو ہے پیاس بھی بجھتی ہے تو پیاس بجھانے کا جو فعل ہے وہ اس میں شامل ہے (یعنی پانی پیتے بھی ہیں اُن کی پیاس بھی بجھ جاتی ہے)۔

تو ایک ایکسٹرا (extra) معنی جو ہے وہ صرف حرف کے بدلنے سے زیادہ معنی جو ہے وہ اہل بصرہ کے معنی میں موجود ہے جو وہ معنی لیتے ہیں۔ یعنی پینے کی غایت کیا ہے ہم کیوں پیتے ہیں؟ تاکہ پیاس بجھ جائے۔

اور جو اہل بصرہ نے معنی لیا ہے تو اُس میں ایک مزید فعل کے معنی کے ساتھ جب جوڑتے ہیں ہم حرف کو تو ایک اور فعل نکلتا ہے، اب دیکھ لیں ﴿يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ "يعرج فيدخل" دو فعل ہیں تو ایک حرف الفی جو ہے اُس سے ایک اور ایکسٹرا (extra) فعل ایک اور نیا معنی ہے، اور ﴿يَّشْرَبُ بِهَا﴾ میں جو ہے دیکھیں آپ یہ ٹھیک ہے "منها" ہونا چاہیے دونوں میں فرق نہیں ہے "﴿يَّشْرَبُ بِهَا﴾ يشرب منها" لیکن ﴿بِهَا﴾ کا کیوں حرف ہے؟ تاکہ یہ فعل جو ہے کہ

پیاس بھی بجھ جاتی ہے ورنہ انسان بعض اوقات پیاسا ہوتا ہے پانی پیتا رہے اور اُس کی پیاس نہ بجھے تو کیا فائدہ ہے ؟! تو صرف پانی پینا مقصد نہیں ہوتا اُس سے پیاس بجھنا بھی اصل مقصد ہوتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں" وكذلك نقول في ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾: لا دخول في السماء إلا بعد العروج إليها، فيكون الفعل ضمن معنى الغاية"یعنی ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾ جو اصل ہمارا موضوع ہے یعنی آسمان میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے اِلا یہ کہ جب تک آسمان کی طرف اوپر کی طرف نہیں جایا جائے گا تو اس میں جو اصل غایت ہے وہ موجود ہے۔ تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عموم علم کا ذکر فرمایا ہے (ہر چیز کا علم) اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

یعنی آپ دیکھیں ﴿ يَعْلَمُ ﴾ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، ﴿مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ﴾ جو کچھ (مَا موصلۃ ہے کوئی استثناء نہیں ہے کوئی Exception نہیں ہے) زمین میں داخل ہوتا ہے)، جو کچھ زمین سے نکلتا ہے، اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف اوپر جاتا ہے اور اُس میں داخل ہوتا ہے وہ تمام علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

پھر آگے اسی صفت علم کی مزید تفصیل بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الانعام:59): شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) "﴿وَعِنْدَهُ﴾: أي: عند الله وهو خبر مقدم ﴿مَفَاتِحُ﴾ مبتدأ مؤخر"۔

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ جملے پر غور کریں ذرا پہلے یہ جو الفاظ ہیں یہ کیا ہیں؟

﴿عِنْدَهُ﴾ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) ﴿مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ (غیب کی چابیاں ہیں) ﴿لَا يَعْلَمُهَا﴾ (نہیں کوئی جانتا) ﴿إِلَّا هُوَ﴾ (مگر وہی (یعنی اللہ تعالیٰ))۔

اچھا الفاظ پر غور کریں ذرا" ﴿عِنْدَهُ﴾: أي: عند الله وهو خبر مقدم، ﴿مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ مبتدأ مؤخر" اصل جو ہے " مفاتح الغيب عنده"۔ یہاں پر کیا ہے؟ جو پہلے ہونا چاہیے تھا وہ بعد میں ہے جو بعد میں ہونا چاہیے تھا وہ پہلے ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ صیغ الحصر ہے۔ ﴿لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ یہ کیا ہے؟ یہ بھی صیغ الحصر ہے کیونکہ نفی ہے استثناء ہے ایک ساتھ آجائے ایک جملے میں تو اسے کہتے ہیں "الاستثناء فی سیاق النفی" اور یہ بھی تخصیص کے لیے حصر کے لیے جملہ استعمال ہوتا ہے۔

تو کیا فائدہ ہوتا ہے ؟ کہ ڈبل تخصیص کی گئی ہے تاکہ کسی کے گمان میں نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسی ذات موجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مفاتح الغیب دیئے ہوں یا وہ علم غیب کا مالک ہو (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ جو ترکیب ہے حصر اور اختصاص کے لیے بیان ہوتی ہے "عنده لا عند غيره مفاتح الغيب" کہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں کسی اور کے پاس غیب کی کنجیاں نہیں ہیں اور اس حصر کی تاکید مزید ﴿لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ﴾ سے کی ہے اس جملے میں بھی حصر ہے کہ یہ مفاتح الغیب ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو یہ دو طریقے سے حصر کیا گیا ہے "بطريقة التقديم والتأخير" پہلا طریقہ، دوسرا طریقہ جو ہے "طريقة النفي والإثبات"۔

﴿مَفَاتِحُ﴾ سے مراد کیا ہے؟

یہ کہا گیا ہے کہ مِفْتَح کی جمع ہے "المِفتاح" (مفاتح جمع ہے مُفْتَح کی) یا جمع مفتاح ہے لیکن اس میں الیاء جو ہے حذف کر دیا گیا ہے اور یہ قلیل ہے اور یہ ہم خوب جانتے ہیں کہ مفتاح جو ہے (چابی جو ہے یا کنجی جو ہے) وہ کھولنے کے لیے استعمال ہوتی ہے (دروازے کو کھولنے کے لیے یا لاک کو کھولنے کے لیے)۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مفاتح جو ہے مَفْتِح کی جمع ہے یعنی میم فتح اور تاء کی کسرۃ کے ساتھ (جو پہلا تھا وہ اس سے اُلٹ تھا میم کسرۃ اور تاء فتح کے ساتھ) لیکن جو مَفْتِح ہے خزائن کو کہتے ہیں خزانوں کو کہتے ہیں ﴿مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے جو خزانے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "﴿مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾، أي: مبادئه" یعنی جو ابتداء ہوتی ہے، کیونکہ ہر چیز کی جو چابی ہوتی ہے یا کسی چیز کی ابتداء کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی اس کے شروع میں۔ تو اس معنی میں ﴿مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ سے مراد "مبادئ الغيب" تو یہ ابتدائی مرحلہ غیب کا جو ہے یہ تمام جو مذکورات ہیں یہ "مبادئ لما بعدها" بعد میں جن کا ذکر ہونے والا ہے۔

﴿الْغَيْبِ﴾ یہ مصدر ہے "غاب يغيب غيباً"، اور غیب سے مراد ہر وہ چیز جو غائب ہو (Unseen جو انسان کو نظر نہیں آتی)، اور غیب جو ہے یہ اُمر نسبی ہے، اور غیب مطلق جو ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔

((علم غیب مطلق وہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اور جو نسبی ہے وہ چیز جو نظر نہیں آتی جو ہم سے غائب ہے، نسبی یعنی نسبتاً اُس میں سے کسی چیز کا علم رکھنا یہ مخلوق کے لیے جائز ہے لیکن مطلقاً ہر اعتبار سے یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے))۔

یعنی مثال کے طور پر دیکھیں نسبی کی ایک مثال دیتا ہوں میں کہ بعض لوگ یوں آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ کو کہیں پر کوئی بادل نظر نہیں آتا لیکن موسم کی اُن کو پرکھ اور پہچان ہے وہ کہتے ہیں بھئی بارش ہونے والی ہے۔ تو ہمیں جو یہ علم نہیں رکھتے اُسے کہو بھئی کہاں سے بارش ہے سورج کو دیکھیں سر کے اوپر؟! اور واقعی تھوڑی دیر کے بعد اُسی دن میں شام کو بارش آجاتی ہے۔

اور اسی طریقے سے ڈاکٹر ہے وہ ایکسرے (X-ray) اٹھاتا ہے مریض کا اور بلیک اینڈ وائٹ (Black n White) تصویر آپ کو نظر آتی ہے کوئی ہڈیاں سی پسلیاں سی نظر آتی ہیں آپ کو تو کہتا ہے دیکھو اس بندے کو یہاں پر ٹی بی (TB) ہے یا فلاں فرض ہے۔

تو ایک چیز جو غائب ہے جو نظر نہیں آرہی ہمیں اُس کی خبر آپ کو دی ہے یہ کیا ہے؟ علم غیب نسبی ہے۔ تو نسبی جو ہے وہ اب کیا ہم کہیں گے کہ یہ علم غیب رکھتا ہے ڈاکٹر جو ہے ایکسرے (X-ray) دیکھ کر یا یہ شرک ہے؟ نہیں یہ شرک نہیں ہے! یہ کفر نہیں ہے (نعوذ باللہ) یہ علم غیب کا دعویٰ نہیں ہے یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے

﴿عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (الانسان:5)۔

((اور اسی طریقے سے اور بھی کئی مثالیں آپ دیکھ لیں))۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، یہ مفاتح جو ہیں چاہے ہم کہیں مفاتح مبادیٔ ہیں (ابتداء ہیں علم کی) یا خزانے کہیں یا چابیاں کہیں یہ سب معنی ہیں۔ یعنی مفاتح کے لفظ میں تین معنی ہیں: (۱) مبادیٔ الغیب (اس کی ابتداء کیونکہ آگے تفصیل بیان کی گئی ہے اسی آیت میں)۔ (۲) خزانے کو بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) اور چابیوں کو بھی کنجیوں کو بھی کہا جاتا ہے (غیب کی چابیاں غیب کی کنجیاں جو ہیں)۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا اس لیے تخصیص کے ساتھ یہ جملہ بیان ہوا ہے دو مرتبہ۔

کوئی فرشتہ نہیں جانتا، کوئی رسول کوئی نبی نہیں جانتا، یہاں تک کہ ”أشرف الرسل الملكي“ سب سے شرف والا جو فرشتہ ہے پیغمبر فرشتہ وہ سیدنا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے جب سوال کیا ”أشرف الرسل البشري“ بشر میں سے جو سب سے عظیم اور شرف والے رسول ہیں محمد علیہ الصلاۃ والسلام تو عرض کرتے ہیں ”أخبرني عن الساعة؟“، (معروف حدیث ہے سیدنا جبریل کی حدیث صحیح مسلم میں جس میں اسلام کے تعلق سے سوال ہے ایمان کے تعلق سے سوال ہے پھر احسان کے تعلق سے سوال ہے پھر ”أخبرني عن الساعة؟“ تو ان تمام چیزوں کا جواب دیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے)، جب یہ سوال آیا کہ قیامت کب ہوگی؟ یا خبر دیں قیامت کے تعلق سے؟ ”قال: ما المسؤول عنها بأعلم من السائل“ (سبحان اللہ)۔ ”المسؤول عنها“ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن سے سوال کیا جا رہا ہے۔ سائل کون ہے سوال کرنے والا؟ سیدنا جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام۔ تو دونوں کو علم نہیں ہے (سبحان اللہ)۔ اور معنی یہ شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) جیسا کہ آپ نہیں جانتے مجھے بھی اس کا علم نہیں ہے۔

پس جس نے دعویٰ کیا علم غیب جاننے کا شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”فهو كاذب كافر“ (وہ جھوٹا ہے اور کافر ہے)، اور جو اس کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ کیوں؟ ”لأنه مكذب للقرآن“ (کیونکہ قرآن مجید کو جھٹلانے والا ہے)۔ یعنی اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے اس آیت میں خاص تاکید کے ساتھ دو مرتبہ صیغ الحصر بیان فرماتے ہوئے یہ خاص علم ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا (علم غیب مطلق) کیونکہ علم غیب نسبی میں کبھی بھی قیامت کب ہوگی یہ علم اُس میں سے نہیں ہے یاد رکھیں۔ اگر کوئی نجومی یہ کہے کہ فلاں قیامت ہوگی یا فلاں وقت سب جھوٹے ہیں یہ کوئی دعویٰ کر نہیں سکتا یہ خاص علم ہے اللہ تعالیٰ کو کسی اور کو نہیں ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، یہ جو مفاتح الغیب ہیں ان کی جو تفسیر ہے ”أعلم الخلق بكلام الله“ جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، ”حين قرأ“ جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت فرمائی اس آیت کی ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ

﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾(لقمان:34)، یہ پانچ اُمور ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے:

1-سب سے پہلے "علم الساعۃ" قیامت کے قائم ہونے کا علم کہ کب قیامت ہو گی اور قیامت کا قائم ہونا جو ہے وہ آخری زندگی کی ابتداء کے لیے ہے، اور ساعۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ بہت ہی عظیم گھڑی ہے جس میں تمام لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے، اسے الحاقۃ بھی کہتے ہیں الواقعۃ بھی کہتے ہیں، اور الساعۃ کا علم جو ہے (قیامت کے دن کا علم جو ہے) صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، امت میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہو گی مگر اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا (مخلوقات میں سے کوئی بھی نہیں جانتا)۔

2-دوسری چیز جو مفاتح الغیب میں سے "تنزیل الغیث" جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے﴿ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ﴾، اور ﴿الْغَيْثَ﴾ جو ہے مصدر ہے اس کا معنی ہے "إزالة الشدة والمراد به المطر" اور الغیث کا معنی جو ہے وہ بہت ہی شدید ہے تکلیف کو ختم کرنا (جس سے غوث کا لفظ لیا گیا ہے مشکل کشا یا مشکل کو آسان کرنا) اور اس سے مراد یہاں پر آیت میں مشکل کشا یا مشکل کو آسان کرنا، اور اس سے مراد یہاں پر اس آیت میں ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ بارش ہے کیونکہ بارش کے پانی سے تمام شدتیں جو ہیں اور قحط جو ہے اور جدب جو ہے وہ سب ختم ہو جاتے ہیں اور جو شدت ہے وہ دور ہو جاتی ہے تکلیف بھی دور ہو جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ہی بارش برساتے ہیں اور حکم دیتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ ہی یہ جانتے ہیں کہ بارش کا نزول کب ہو گا اور جو بارش ہے یا بارش کا نزول جو ہے یہ زمین کی زندگی کی ابتداء کے لیے یا زمین کی زندگی کی چابی ہے اور زمین کی زندگی نباتات سے ہوتی ہے اور نباتات سے جو ہے باقی جو چیزیں ہیں وہ بھی اُن کی زندگی کی بنیادی چیز سمجھی جاتی ہے اور ہر وہ چیز جو بندوں کے جو مصالح ہیں اُن سے جڑی ہوئی ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر ایک نقطہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ اور یہ نہیں فرمایا "وينزل المطر"۔ مطر نہیں فرمایا کیوں؟ کیونکہ بعض اوقات بارش ہوتی ہے لیکن اس میں کوئی نبات وغیرہ کوئی فائدہ نہیں ہوتا اسے غیث نہیں کہا جاتا اور اس سے زمین بھی زندہ نہیں ہوتی۔

مطر اور غیث میں فرق کیا ہے؟ مطر صرف پانی ہے (بارش آتی ہے وہ پانی ہے) تو کئی مرتبہ بارش ہوتی ہے بنجر زمین ہوتی ہے وہاں پر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ تو غیث سے مراد وہ بارش ہے جس سے زمین زندہ ہوتی ہے۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "لَيْسَتِ السَّنَةُ أَلَّا تُمْطَرُوا، إِنَّمَا السَّنَةُ أَنْ تُمْطَرُوا وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ شَيْئًا" (قحط اسے نہیں کہتے کہ تمہیں بارش نہ برسے (یا تمہارے لیے بارش نہ برسے) مگر قحط یہ ہے کہ تمہارے لیے بارش موجود ہو لیکن زمین میں کوئی چیز اُگے نہیں)۔

3- تیسری چیز مفاتح الغیب میں "علم ما في الأرحام" (وہ علم جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہے) "لقوله" اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ اسی آیت میں سورۃ لقمان آیت نمبر 34 میں۔

"أي: أرحام الإناث" عورتوں کے رحم میں اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ عورتوں کے رحم میں کیا ہے ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے آدم کی اولاد میں سے، اور اس کا تعلق (اس علم کا تعلق) عام ہے کہ ہر چیز کا علم، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں پیدا کیا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں) اگر آپ یہ کہیں آج یہ کہا جاتا ہے کہ علم یہاں تک ترقی کر چکا ہے سائنس ترقی کر چکی ہے یہ بھی جانتے ہیں کہ نَر ہے یا مادہ ہے ماں کے پیٹ کے اندر کیا یہ صحیح ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) یہ بات صحیح ہے واقع ہو چکا ہے یہ بات اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ اس وقت تک نہیں جانتے جب تک کہ جو ماں کے پیٹ کے اندر بچہ ہے وہ خاص عمر تک نہ پہنچے اور اس کی جو نَر یا مادہ ہونے کی ابتداء ہے اُس مرحلے تک (یعنی بچہ جو ماں کے پیٹ کے اندر ہے) وہاں تک نہ پہنچے، اور اس بچے کی ماں کے پیٹ کے اندر اور بھی حالتیں ہیں جو وہ نہیں جانتے: یہ نہیں جانتے کہ کب پیدا ہوگا، یہ بھی نہیں جانتے جب یہ پیدا ہو جائے گا زندہ ہوگا یا مردہ ہوگا یا مر جائے گا، اور ہم یہ بھی نہیں جانتے (سب سے بڑی بات ہے) کہ بدبخت ہوگا یا خوش بخت ہوگا (اچھا ہوگا یا بُرا ہوگا)، اور یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ امیر ہوگا کہ فقیر ہوگا، اور بہت ساری اور بھی چیزیں ہیں اور بھی حالتیں ہیں جو مجہول ہیں جو کوئی نہیں جانتا۔

یعنی صرف ایک چیز کا علم کسی حد تک جاننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس علم کی جسے اللہ تعالیٰ نے خاص کر دیا ہے اپنے لیے اُس کی نفی ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے۔

الٹرا ساؤنڈ (Ultrasound) کرتے ہیں ڈاکٹر کو جو ہے پتہ چلتا ہے کہ بھئی ماں کے پیٹ کے اندر جو بچہ ہے وہ صحت مند ہے بیمار ہے نَر ہے یا مادہ ہے ایک خاص اسٹیج پر جا کر لیکن کیا باقی چیزیں جانتے ہیں کہ کب پیدا ہو گا؟ وہ آپ کو ایکسپیکٹڈ ڈیٹ دیتے ہیں (Estimated Date of Delivery) ای ڈی ڈی (EDD) کہتے ہیں وہ دے سکتے ہیں وہ اپنا حساب لگاتے ہیں پلس مائنس (Plus Minus) کر کے کر دیتے ہیں لیکن کیا اسی ڈیٹ پر لازمی ہوتا ہے؟ آپ دیکھتے ہیں کہ لیٹ بھی ہو جاتا ہے پہلے بھی ہو جاتا ہے اگرچہ کتنی یعنی اب ٹیکنالوجی اور دیکھیں بہت سارے اب تھری ڈی (3D) بھی آگئے ہیں کہ پورا چہرہ تک دیکھ سکتے ہیں اس میں بہت ساری چیزیں دیکھ سکتے ہیں۔ الغرض تو زندہ ہو گا اور زندہ ہی پیدا ہو گا، امیر ہو گا یا غریب ہو گا، اچھا ہو گا یا بُرا ہو گا خوش بخت پتہ نہیں کوئی جانتا ہے؟! تو ایک جز کو جاننے سے یہ کافی نہیں ہے کہ اس علم کی نفی کی جائے جو اللہ کے لیے خاص ہے۔

4-چوتھی چیز "علم ما في الغد"، اور غد سے مراد کل آج کے دن کے بعد، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا﴾ (اور کوئی نفس نہیں جانتی کہ کل اس نے کیا کمانا ہے)۔ اور یہ مفتاح جو ہے "الكسب في المستقبل" مستقبل میں کسب کی چابی ہے، اگر انسان یہ نہیں جانتا کہ وہ اپنے لیے کیا کما سکتا ہے تو وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے علاوہ جو اور ہیں وہ کیا کما سکتے ہیں یہ من باب اولیٰ ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں) "میں جانتا ہوں کہ کل کیا ہونے والا ہے میں فلاں جگہ پر جاؤں گا یا میں فلاں چیز پڑھوں گا یا میں اپنے رشتے داروں سے ملنے کے لیے زیارت کے لیے جاؤں گا" تو ہم یہ کہتے ہیں وہ جزم کے ساتھ تو کہہ سکتا ہے کہ کل ایسی چیزیں کرے گا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ بیچ میں کوئی مانع آجائے اور وہ ان تمام چیزوں سے رُک جائے۔

5-پانچویں چیز "علم مكان الموت" (موت کی جگہ کا علم کہ انسان نے کہاں مرنا ہے)۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ﴾ (اور کوئی نفس نہیں جانتی کہ کس زمین میں وہ مرے گی)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کوئی بھی نہیں جانتا کہ کوئی شخص کہاں مرے گا کیا اپنی زمین میں یا کسی اور زمین پر جا کر مرے گا، کیا اسلامی زمین پر مرے گا یا پھر کسی کافر کی زمین پر جا کر مرے گا، کیا وہ خشکی پر مرے گا یا وہ سمندر میں یا ہوا میں مرے گا۔ یہ چیز جو ہے مشاہدہ ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں یہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اس نے کس گھڑی میں مرنا ہے کیونکہ اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کس زمین پر مرے گا تو جگہ پر بھی اس کا تصرف جا سکتا ہے تو اس طریقے سے وہ یہ نہیں جانتا (یعنی اگر کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا جبکہ وہ جگہ جانتا ہے اس نے جانا ہے جہاں پر لیکن اس کو یہ نہیں پتہ وہاں پر مرے گا کہ نہیں مرے گا)۔ ہم پورے دن میں دیکھیں کہاں کہاں جاتے ہیں لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے کہاں پر مرنا ہے اس کو اس کا علم نہیں ہے تو اسی طریقے سے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کی موت کی گھڑی کب آئے گی۔

یہ پانچ چابیاں ہیں غیب کی جو مفاتح الغیب ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، مفاتح الغیب اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ جو کچھ ماں کے پیٹ کے اندر ہے رحم میں ہے اس کا علم جو ہے صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ دنیا کی زندگی کے لیے ہے، ﴿مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ یہ مستقبل کے عمل کی چابی ہے، ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ یہ آخرت کی زندگی کی چابی ہے۔ یہ انسان جب مرتا ہے تو آخرت اس کی شروع ہو جاتی ہے قبر کا مرحلہ جو ہے یا برزخ کا مرحلہ جو ہے وہ قیامت کا پہلا مرحلہ ہے اور یہ آخرت کا پہلا مرحلہ ہے۔

اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے قیامت قائم ہونے کا یا غیث کو نازل کرنے کا تو اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے یہ مفاتح جو ہے یہ "مبادئ لكل ما وراءها" ابتداء ہے ہر اُس چیز کی جس کا بعد میں ذکر ہوا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے البرّ والبحر کے تعلق سے ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (الانعام: 59)، یہ اجمال ہے کہ جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ تَری میں ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، مجمل ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں اجمال ہے اس میں اب تفصیل آگے اس کی آئے گی۔

کون ہے جو مختلف جو جنسیں موجود ہیں خشکی پر جو اُن کا احصاء کر سکتا ہے؟ کتنے اُس میں حیوانات عالم موجود ہیں حشرات، پہاڑ، درخت اور دریا وغیرہ تمام یہ اُمور جو ہیں صرف اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا، اسی

طریقے سے جو سمندر ہے دیکھیں جو تَری ہے چاہے وہ سمندر کی ہو یا دریاؤں کی ہو اس کے اندر جو مختلف عالم رہتے ہیں اُن کا بھی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جو ان تمام چیزوں کا خالق ہے۔

کہتے ہیں کہ سمندر جو ہے تین گنا خشکی سے زیادہ ہے اور اس میں جو جنسیں ہیں جو زندگیاں اس میں پائی جاتی ہیں وہ بھی تین گنا زیادہ ہیں (سبحان اللہ)۔

پھر فرمایا﴿وَمَا تَسۡقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعۡلَمُهَا﴾: اب تفصیل شروع ہو گئی ہے اتنی باریک بینی ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کسی بھی درخت کا کوئی بھی پتہ چاہے بڑا درخت ہو یا چھوٹا ہو قریب ہو یا دور ہو اُس پتے نے جب گرنا ہے تو کہاں پر گرنا ہے کب گرنا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس لیے ﴿وَمَا تَسۡقُطُ﴾ نافیہ ہے (مَا جو ہے نافیہ ہے) ﴿مِن وَرَقَةٍ﴾، ﴿مِن﴾ زائدۃ ہے تاکہ عموم کے لیے اس میں نص واضح ہو، اور پتہ جو پیدا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے من باب اولیٰ۔

یعنی جہاں پر گرتا ہے جو ربّ ہے وہ جانتا ہے کہ اُس نے کہاں پر گرنا ہے اور وہ یہ بھی خوب جانتا ہے جس نے اُس پتے کو پیدا کیا ہے کہ اس نے کب پیدا ہونا ہے، اس کے درخت نے کب پیدا ہونا ہے، اس کے بیج نے کب پیدا ہونا ہے اور وہ بیج کہاں پر ہو گا زمین کے کس حصے میں جا کر وہ زمین میں داخل ہو گا، پھر کب اس نے بڑھنا ہے یہ ساری چیزیں (سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں)، اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کو دیکھیں کہ ہر چیز کا علم تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، جو چیز ہو رہی ہے اس کا بھی علم ہے، جو نہیں ہوئی ہے جو ہونے والی ہے جو ہو چکی ہے جو ہو گی تمام چیزوں کا علم ہے (سبحان اللہ)۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد ہے﴿وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡأَرۡضِ﴾ (اور کوئی بھی دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو)۔

﴿ظُلُمَٰتِ﴾ جمع ظلمۃ ہے (تاریکی کی جگہ ظلمات ہے، تاریکیاں)، کوئی بھی چھوٹا سا دانہ جو ہے جس کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور وہ زمین کے کسی حصے میں جہاں پر اندھیرے ہی اندھیرے ہیں مخلوق نہیں جانتی اس کے بارے میں نہ اس کو دیکھ سکتی ہے، اللہ تعالیٰ خوب علم رکھتا ہے خوب جانتا ہے۔

﴿ظُلُمٰتِ﴾ جمع ظلمۃ ہے اگر ہم فرض کرتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ چھوٹا سا ایک دانہ ہے جو سمندر کی کسی تہہ میں یا گہرائی میں پڑا ہے اور شدید تاریک رات میں جس میں بارش بھی ہو رہی ہے تو ظلمات کتنے ہیں؟(۱) جو سمندر کا کیچڑ ہے اس کی تہہ میں۔(۲) پھر سمندر کا پانی۔(۳) بارش۔(۴) بادل۔(۵) رات کا وقت (رات)۔یہ پانچ مختلف ظلمتیں ہیں جو زمین سے تعلق رکھتی ہیں یا جن کا زمین سے تعلق ہے اور اس کے باوجود بھی اس دانے کا علم اللہ تعالیٰ کو خوب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب اسے دیکھتا ہے(سبحانہ وتعالیٰ)۔

پھر فرمایا﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ﴾(نہ کوئی تر نہ کوئی خشک)،یہ عام ہے،"فما من شيء إلا وهو إما رطب وإما يابس" کیونکہ چیزیں دو ہیں یا تو تر ہے یا خشک ہے۔

﴿اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾:﴿كِتٰبٍ﴾(بمعنی مکتوب ہے "لکھی گئی")﴿مُّبِيْنٍ﴾(یعنی"مظهر وبيّن" بالکل واضح اور بیّن ہے)"لأن (أبان) تستعمل متعدياً ولازماً فيقال: أبان الفجر"(أبان کا لفظ ہے بیان میں یہ متعدی بھی ہوتا ہے یہ لازم بھی ہوتا ہے یعنی کسی اور کے ساتھ بھی جڑ کر استعمال ہوتا ہے اور الگ سے بھی بیان ہوتا ہے،جو یہ کہتا ہے أبان الفجر) "بمعنى ظهر الفجر"(أبان الفجر یعنی فجر واضح ہوا ظاہر ہوا)"ويقال: أبان الحق بمعنى أظهره"(حق ظاہر کیا)"والمراد بالكتاب هنا: اللوح المحفوظ"(یعنی لوح محفوظ میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں ان کا علم بھی اور اس علم کی تفصیل بھی موجود ہے)۔

یعنی کس پتے نے کب کہاں پر گرنا ہے لوح محفوظ میں محفوظ ہے اور اُس نے وہیں پر ہی گرنا ہے۔لوح محفوظ میں کب لکھا گیا؟زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے(سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)،یہ تمام چیزیں جو ہیں ان کا اللہ تعالیٰ کو مکمل علم ہے اور یہ لکھی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب قلم کو پیدا کیا تو فرمایا"اُكْتُبْ"(قلم کو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے تو قلم نے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ! میں کیا لکھوں؟)"قَالَ: اُكْتُبْ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"(لکھو جو کچھ ہونے والا ہے تا قیامت)۔

((اور یہ حدیث جو ہے اسے احمد اور ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث ہے،علامہ البانی نے صحیح فرمایا ہے))۔

تو اس وقت اسی لمحے میں جو کچھ تا قیامت ہونا ہے قلم نے لکھ دیا ہے لوح محفوظ میں پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ہاتھوں میں کچھ کتابیں دی ہیں جو انسان نہیں جانتا کیونکہ جو لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے ہر وہ چیز جو انسان کرنا بھی چاہتا ہے وہ بھی اس میں درج ہے، اور پھر جو فرشتے لکھتے ہیں اسی پر انسان کا حساب ہوتا ہے اس کے تعلق سے "ولهذا يقول الله عز وجل" (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ﴾إلى آخر الآية (محمد: 31)،

لیکن یہ علم کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی نے صبر کرنا ہے یا نہیں صبر کرنا ہے یہ علم سابق ہے پہلے سے اور اس میں کوئی ثواب یا عقاب مترتب نہیں ہے۔

یعنی یہ وہ علم ہے جو لوح محفوظ میں درج کیا گیا ہے اس سے انسان کا جو ثواب ہے یا جو اس کی سزا ہے اس سے جڑا ہوا نہیں ہے، جو عمل ہم کرتے ہیں تو فرشتے اسے درج کر دیتے ہیں اس کے ہم جوابدہ ہیں۔

یعنی انسان یہ سمجھتا ہے "کہ ہم مجبور ہیں (جیسا کہ جبریہ کہتے ہیں) پس ہم نے جو کرنا ہے وہ تو لکھ دیا گیا ہے اچھا اچھا ہے بُرا بُرا ہے اور اس کا ہم نے بس حساب ہی دینا ہے بس کچھ بھی نہیں ہے"۔ ایسی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا علم پہلے ہے پھر لکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے خوب جانا ہے کہ کافر نے کفر پر مرنا ہے اس کی سزا ہوگی اور نمازی نے نماز پڑھتے ہوئے مرنا ہے اسے اس کی جزا ہوگی، تو یہ تو اللہ تعالیٰ کا علم پہلے سے ہے پھر لکھا گیا ہے لوح محفوظ میں۔

انسان نہیں جانتا کہ اس کا خاتمہ کیسے ہونا ہے اس لیے حدیث میں کیا آیا ہے؟ "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ"۔ ہم حسن خاتمہ کی دعا کیوں کرتے ہیں؟ سب سے اچھا انسان حسن خاتمہ کی دعا کیوں کرتا ہے؟ نمازی بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا بھی کرتا ہے، لوگ حج پر کھڑے ہیں اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں جب کہ اچھا ہے وہ احرام کی حالت میں نیک عمل کر رہے ہیں۔ کیوں اس کی کیا گارنٹی ہے کہ حسن خاتمہ ہوگا انسان کا؟

ہمیں جو حکم دیا گیا ہے کہ آپ نے نیک عمل کرنا ہے اور اخلاص کے ساتھ اتباع سنت کے ساتھ، اور اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کے اخلاص کو مان لیا ہے اور سچ ثابت ہوا ہوگا آپ کا اخلاص اور جو اتباع سنت ہے تو توفیق بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے خاتمہ بھی ان شاء اللہ اچھا ہوگا۔

تو اگر دل میں کھوٹ ہے اب لوگوں کو تو نہیں پتہ کہ دل میں کیا ہے؟! ہر عبادت گزار جو ہے کیا مخلص ہوتا ہے؟ لازمی نہیں ہے کہ ہر (ہمارا حسن ظن ہے) انسان ہر نمازی اچھا کام کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کر رہا ہے لیکن اصل بات تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اصل بات کیا ہے، تو یہ فرق ہے اچھی طرح جاننا ہے۔

تو جو لوح محفوظ میں درج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ہے وہ تبدیل کبھی نہیں ہوگا، جو ہم کر رہے ہیں اس کے ہم جوابدہ ہیں۔ ہم یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اچھا عمل کیا ہے اس لیے لوح محفوظ میں اچھا عمل لکھا ہے تو بُرے والے کیوں کہتے ہیں کہ بس میں بُرا تھا اس لیے اس میں بُرا لکھا گیا ہے؟! تم اچھا کام کرو اور پھر کہو کہ ہاں دیکھیں لوح محفوظ میں اچھا لکھا گیا ہے اس لیے میں اچھا کام کر رہا ہوں۔

چور چوری کرتا ہے کہے بھئی میں تو لکھ دیا گیا تھا چور ہی ہوں میں کیا کر سکتا ہوں اس لیے چوری کی ہے! تو چوری نہ کرو اور کہو دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجھے بچایا ہے چوری سے میں نے چوری نہیں کی ہے (سبحان اللہ)۔

تو ہمارے جو حساب کا دار و مدار ہے جو ہمارے عمل سے ہے جو جڑا ہوا ہے فرشتے کی کتاب ہے جو فرشتے لکھ رہے ہیں یہ اس سے مراد ہے۔

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلۡمِهِۦ﴾ (فاطر:11)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں ﴿مَا﴾ نافیہ ہے، ﴿أُنثَىٰ﴾ فاعل ہے، ﴿تَحۡمِلُ﴾ فعل ہے، یہ معرب ہے "بضمة مقدرة على آخره منع من ظهورها اشتغال المحل بحركة حرف الجر الزائد"۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے ہم کہتے ہیں یہ حرف جَر زائد ہے ﴿وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ أُنثَىٰ﴾، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی چیز زیادہ نہیں ہے بغیر وجہ کے تو یہاں پر کیسے ہے؟

اس کا جواب یہ ہے یہ "زائد من حيث الإعراب" ہے، عربی گرامر کی جب ہم بات کرتے ہیں اعراب کرتے ہیں اس اعتبار سے، معنی میں جو ہے اس کا جو زیادہ ہے جو موجود ہے اس کا فائدہ ہے اور قرآن مجید میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو بغیر فائدے کے ہو اگرچہ حرف ہی کیوں نہ ہو جو زیادہ ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ زیادہ ہے "بمعنى أنه لا يخل بالإعراب إذا حذف"، یعنی اعراب کے اعتبار سے اگر اسے نکال بھی دیا جائے تو اعراب میں کوئی خلل نہیں پڑتا اس لیے ہم کہتے ہیں

زائد ہے اعراب کے اعتبار سے لیکن اس کی موجودگی معنی میں ایک اور ایکسڑا معنی اس کی وجہ سے ہوتا ہے تو معنی کا اعتبار اور ہے۔

﴿مِنۡ اُنۡثٰی﴾ سے مراد کوئی بھی مادہ (یا کوئی بھی عورت) چاہے آدمی ہو یا حیوانی ہو جو کسی اور حیوان کو حمل کرتے ہیں وہ اس آیت میں داخل ہیں جیسا کہ گائے ہے، یا بھیڑ بکری وغیرہ، یا اونٹنی وغیرہ سب اس میں شامل ہیں، اور اس میں وہ بھی شامل ہیں جو انڈے دیتے ہیں جانور جیسا کہ پرندے وغیرہ ہیں کیونکہ وہ بھی پرندے کے پیٹ کے اندر ہی ہوتا ہے، ﴿تَحۡمِلُ﴾ سے مراد حمل جو بھی اس کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔ یعنی کوئی بھی مادہ اپنے پیٹ میں کوئی چیز نہیں رکھتی اور نہ ہی اسے باہر کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم سے (اصل بات ہے)۔

﴿وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ﴾ "فابتداء الحمل بعلم الله، وانتهاؤه وخروج الجنين بعلم الله"، اس کے حمل کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور علم سے ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کی ابتداء کب ہوگی اور کیا ہے اور اس کی انتہا بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کیا پیدا ہوگا (اس کی تفصیل کہ اچھا ہے بُرا ہے کیا ہے سب)۔

چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے ﴿لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا﴾ (الطلاق:12)، ﴿لِتَعۡلَمُوۡۤا﴾: لام تعلیل کے لیے ہے (تاکہ تم لوگ خوب جان لو)۔

"لأن الله قال: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَیۡنَهُنَّ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا﴾ ((یہ مکمل آیت ہے) اور یقیناً ان سات آسمانوں اور سات زمینوں کو جس نے پیدا کیا ہے وہ خوب جانتا ہے اور ہمیں بھی اس کا علم دیا ہے تاکہ ہم یہ خوب جان لیں) ﴿اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ (کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) (الطلاق:12)۔

قدرۃ جو ہے یہ ایک وصف ہے جس میں فعل کرنے والا فاعل جو ہے بغیر عجز سے وہ فعل کر سکتا ہے اسے قدرت کہتے ہیں، یعنی وہ عاجز نہیں ہے قادر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے معدوم کو ایجاد کرنے پر قادر ہے اور جو موجود ہے اسے اِعدام کو ختم کرنے پر بھی قادر ہے، آسمان اور زمین یہ تمام معدوم تھے عدم تھے موجود نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس خوبصورت نظام جو بدیع نظام ہے اس کے مطابق یہ چل رہے ہیں (یعنی ایک وقت آئے گا یہ بھی نہیں رہیں گے، جس نے پیدا کیا ہے فنا بھی وہی کرتا ہے)۔

﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ یہ شاہد ہے، یعنی ہر چیز چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو جو اللہ تعالیٰ کے فعل سے متعلق ہو یا بندوں کے فعل سے متعلق ہو، جو ماضی ہے یا حاضر ہے یا لاحق ہے مستقبل میں یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کیا ہوا ہے اپنے علم سے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے علم کا اور قدرت کا خلق کے بعد کیونکہ خلق کا تمام ممکن نہیں ہے مگر علم اور قدرت سے، اور دلالت الخلق جو ہے اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر جو ہے یہ دلالت الالتزام میں سے ہے جیسے پہلے بیان کر چکے ہیں، اور ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اسماء وصفات کی جو دلالت ہے اس کی تین قسمیں ہیں، پھر تنبیہ ہے۔

یعنی خلق جو ہم دیکھتے ہیں یا جب ہم کہتے ہیں "الخالق" (اللہ تعالیٰ خالق ہے) مخلوق کو دیکھا ہے اللہ تعالیٰ خالق ہے تو زندہ تو ہے کہ نہیں خالق مردہ تو نہیں ہو سکتا نا! تو زندہ ہونے کا خلق سے یا خالق سے کیا تعلق ہے؟ کہاں سے پتہ چلا کہ جس نے پیدا کیا ہے وہ زندہ بھی ہے؟ التزام۔ مطلب یہ لازمی ہے کہ جو خالق ہے وہ زندہ بھی ہے۔

اچھا علم رکھتا ہے کہ نہیں بغیر علم کے کیسے پیدا کرے گا؟ تو علم کی دلالت بھی لازمی ہے خلق سے۔

اچھا قادر ہے کہ نہیں؟ اگر زندہ بھی ہے علم بھی رکھتا ہے قادر نہیں ہے یا عاجز ہے تو پھر مخلوق کہاں سے آئے گی؟

تو مخلوق کا ہونا جو ہے یہ ان اسماء پر دلالت کرتا ہے دلالت الالتزام سے کہ یہ لازمی ہے۔

پھر ایک تنبیہ ہے کہ تفسیر الجلالین میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے اور ہمیں بھی معاف کرے، شیخ صاحب فرماتے ہیں سورۃ المائدۃ کے آخر میں "وخص العقل ذاته، فليس عليها بقادر!"، اس جملے سے مراد کیا ہے؟

یعنی تفسیر الجلالین میں جو ہے سورۃ المائدۃ کے آخر میں یعنی اس تفسیر میں کچھ غلطیاں ہیں تفسیر الجلالین بہت مشہور مختصر تفسیر ہے ایک ہی یعنی کتاب ہے قرآن مجید کی اس میں حاشیے میں ایک چھوٹی سی جو ہے وہ تفسیر لکھی ہوئی ہے اور اس میں کئی غلطیاں ہیں اور علماء نے اس پر تنبیہ بھی کی ہے اور اس کی غلطیوں اس پر مذمت بھی کی ہے اس میں سے ایک کا ذکر یہاں پر جو آج کے اس موضوع کے تعلق سے ہے کہ "عقل نے تخصیص کی اللہ تعالیٰ کی ذات کی اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہے" اس سے مراد کیا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، ہم مناقشہ کرتے ہیں اس کلام کا دو طریقوں سے:

1-پہلا طریقہ جو ہے یا پہلی وجہ جو ہے" أنه لا حكم للعقل فيما يتعلق بذات الله وصفاته "(عقل کا کوئی حکم نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے تعلق سے)" بل لا حكم له في جميع الأمور الغيبية "(بلکہ تمام اُمور غیبیہ کا عقل سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کوئی حکم نہیں ہے عقل کا(عقل حکم نہیں دے سکتی یا عقل کی بنیاد پر یہ چیزیں نہیں ہوتیں))، عقل کا جو اصل کام ہے" التسليم التام "(اور سر خم کرکے تسلیم کرنا ہے)" وأن نعلم أن ما ذكره الله من هذه الأمور ليس محالاً "(اور ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ جب یہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یہ محال نہیں ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو نصوص ہیں وہ محال لے کر نہیں آتے لیکن محارلے کر آتے ہیں، محال ناممکن ہے اور محار جو عقل کو حیران کردے وہ چیزیں ضرور ہوتی ہیں، انسان حیران تو ہو جاتا ہے)۔ کیوں؟" لأنها تسمع ما لا تدركه ولا تتصوره "(کیونکہ وہ ایسی چیز جانتا ہے جو وہ سنتا تو ہے لیکن اس کا ادراک یا تصور نہیں کر سکتا اس لیے حیران ہو جاتا ہے)۔

2-دوسرا طریقہ جواب کا یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں " فليس عليها بقادر "کے تعلق سے کہ یہ خطاء العظیم ہے! کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے ان چیزوں پر جبکہ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، غیر پر بھی قادر ہے۔ تو اس کلام سے اس بات سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ" أنه لا يقدر أن يستوى ولا أن يتكلم ولا أن ينزل إلى السماء الدنيا ولا يفعل شيئاً أبداً وهذا خطير جداً!! "کہ اس بات سے یہ لازم آتا ہے یعنی یہ جملہ" فليس عليها بقادر "(اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی کی جارہی ہے یا کی گئی ہے، تو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں " هذا خطأ عظيم "یہ عظیم خطاء ہے غلطی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے؟! اور ان کی اس بات سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہونے کے قادر نہیں ہے اور نہ ہی کلام پر قادر ہے، اور نہ ہی السماء الدنیا کی طرف نزول ہونے پر قادر ہے یا کوئی بھی چیز کرنے پر قادر نہیں ہے، اس کی نفی جو کی گئی ہے یہ بہت ہی خطرناک معاملہ ہے! (یعنی جس نے یہ بات کہی ہے)۔

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے" لعله يريد: "خص العقل ذاته، فليس عليها بقادر "(کوئی شخص یہ کہے یعنی اس جملے کا معنی اس اعتبار سے ہے یا مراد یہ ہے کہنے کی اس کی)" لا يقدر على أن يلحق نفسه نقصاً "(کہ اپنے آپ کو اپنی ذات کو نقص نہیں لاحق کرنا چاہتا) " قلنا: إن هذا لم يدخل في العموم "(یہ عموم میں داخل نہیں ہے)" حتى يحتاج إلى إخراج وتخصيص "(تاکہ اس بات کو ہم اس عموم سے خارج کردیں تو عموم میں شامل ہی نہیں اس کی یہ بات) " لأن القدرة إنما تتعلق

بالأشياء الممكنة"(قدرت کا تعلق اس کے ممکنہ سے ہے(ممکنات سے ہے)"لأن غير الممكن ليس بشيء"(کیونکہ جو غیر ممکن ہے وہ چیز ہی نہیں ہے)"لا في الخارج ولا في الذهن"(نہ خارج میں نہ ذہن کے اندر(بھئی حقیقت میں جو معدوم ہے اس کا وجود ہے؟اسے شيء یا چیز بھی نہیں کہا جاتا اور نہ ذہن میں اس کا کوئی وجود ہے،نہ حقیقت میں موجود ہے نہ ذہن میں اس کا وجود ہے))"فالقدرة لا تتعلق بالمستحيل"(اور قدرت جو ہے وہ مستحیل سے تعلق رکھتی نہیں ہے (یعنی جو ناممکنات ہے جو جوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے))۔اس لیے کسی کہنے والے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہزار چیزوں پر قادر نہیں ہے،وہ جوڑ رہا ہے جو ناممکن چیزیں ہیں جن کا وجود نہیں ہے جو شيء نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جوڑ رہا ہے،"بخلاف العلم"(علم کے خلاف)۔

"فينبغي للإنسان أن يتأدب فيما يتعلق بجانب الربوبية"(تو بندوں کو چاہیے کہ ادب سے کام لیں جب اللہ تعالیٰ ربوبیت کے تعلق سے بات ہو)"لأن المقام مقام عظيم" (کیونکہ یہ مقام جو ہے عظیم مقام ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا)"والواجب على المرء نحوه أن يستسلم ويسلم"(واجب یہ ہے کہ اپنا سر خم کر کے تسلیم کر لیں اور تمام جو نصوص ہیں ان کو مان لیں اور تصدیق کر لیں)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)،ہم اس چیز کا اطلاق کرتے ہیں جس چیز کا اطلاق اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بغیر کسی استثناء کے تمام چیزوں پر قادر ہے۔

اور ان آیات میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے"إثبات عموم علم الله على وجه التفصيل" (تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی علم کی صفت کا بیان ہوا ہے)"وإثبات عموم قدرة الله تعالى"(اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عموم کا بھی ثبوت ان آیات میں ملا ہے)۔

اور جو مسلکی قائدہ ہے ان آیات کو پڑھنے کا"من الايمان بالعلم والقدرة"(کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر ایمان کا)"قوة مراقبة الله والخوف منه"(اللہ تعالیٰ کے مراقبة کی قوت اور اللہ تعالیٰ کا خوف اصل مقصد ہے(ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے ایک ساتھ بیان فرمایا ہے))۔

اگلے درس میں ان شاء اللہ اگلی آیات بیان کریں گے اور علم غیب نبی کے تعلق سے چند اہم باتیں اور بھی کرنی تھیں الہام ہو سکتا ہے یا نہیں اور بعض کچھ کرامات اولیاء کے تعلق سے کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ فلاں کو الہام ہوا ہے یا فلاں جانتا

ہے قبر میں کسی کے بارے میں کہ کیا ہو رہا ہے، یا فلاں کے پیٹ کے اندر بغیر الٹرا ساؤنڈ کے جاننا کہ یہ نَر ہے یا مادہ ہے اس طریقے سے کیا یہ ممکن ہے یا نہیں ہے، یا کیا یہ غیب کی کنجیاں اور چابیاں ہیں اس سے تعلق رکھتی ہیں، یا کوئی شخص یہ جان سکتا ہے کہ اس موت کب آئے گی یا اس نے فلان جگہ پر مرنا ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص بندوں کو یہ علم دے دے جبکہ ہم نے کہا ہے کہ یہ چابیاں ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم کی کنجیاں ہیں یا خزانے کی علم غیب کی، تو اس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کچھ باتیں ہیں ان کے تعلق سے کیونکہ کچھ سوالات آئے ہیں اس کے بارے میں بھی تو اگلے درس میں ان شاء اللہ کوشش کروں گا یاد دلانا مجھے اس پر چھوٹی سی بات کروں گا کیونکہ کچھ تہمتیں لگی ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر کہ ہم صوفیوں کے بارے میں کہتے ہیں اور شدید مذمت بھی کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں وہ فلاں بزرگ جو ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس نے کب مرنا ہے یہ بھی جانتا ہے کہ فلاں جگہ جا کر مروں گا میں، یا علم غیب کی بعض باتیں جو ہیں (وہ جو کرتے ہیں) ہم ان کی مذمت کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بعض باتیں کی ہیں اُن کی حقیقت کیا ہے (اگلے درس میں ان شاء اللہ اس پر بات کریں گے)۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (27.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔